WOODBROOKE SERIES

WHAT IS MIRACLE?

BY PROF. L. LEVONIAN.

Christian Reading Room
Lyallpur

معجزہ کیا ہے؟

مصنفہ

مسٹر ایف۔ ڈی وارث صاحب بی اے۔ بی ٹی

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی
انارکلی لاہور

مُعجزہ کیا ہے؟

مُعجزہ کے مسئلہ نے قدیم ترین ایام سے لے کر تا ایں زماں ذہنِ بشر کو مشغول رکھا ہے۔ انسان کو ہمیشہ معجزات پر اعتقاد رہا ہے۔ بلکہ باوجود متعدد مشکلات کے وہ معجزہ سے متعلق اپنے اعتقاد میں ثابت قدم رہا ہے۔ بالخصوص خطرات مثلاً بیماری یا جنگ کے اوقات میں وہ معجزات کا انتظار کرتا رہا ہے۔ کہ وہ اُس کو مرگِ ناگہانی اور مُصیبت سے رہائی بخشیں۔ یہ اعتقاد و یقین مذہب کا بھی ایک اہم عنصر ہے۔ پیغمبر۔ انبیاء اور ہادیانِ دین اکثر مُعجزے دکھاتے رہے ہیں۔ اور اُن کی تعلیمات کی صداقت کی آزمائش اُن کے مُعجزات کرنے کی قُدرت ہی سے ظاہر ہوتی رہی ہے۔

لیکن سائنس کی روشنی نے معجزات سے متعلق انسان کے اس ابتدائی اعتقاد کو بہت ضعف پہنچایا ہے۔ سائنس نے طبیعیّت و قدرت سے متعلق تازہ قوانین دریافت کئے ہیں۔ اور اُن کی رُو سے مُعجزہ کی تشریح کی ہے۔ مثلاً اب کسوف۔ رعد و برق وغیرہ کے جن کو پہلے غیبی طاقتوں سے منسوب کیا جاتا تھا اسرار کا

انکشاف ہو گیا۔ یعنی یہ کہ وہ مثل دیگر کیفیتہائے طبیعی کے عوامل طبیعی سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ بیماریوں اور جملہ امراضِ بشری جن کو ارواحِ خبیثہ کے اثر کا نتیجہ تصور کیا جاتا تھا۔ اب اُن کی وجہ میکروب یا جراثیم بتائی جاتی ہے۔ اور انسان نے اُن کی فعلیت پر قابو پانے کی راہ معلوم کر لی ہے۔ لہٰذا وہ وقائع جو سابقاً مرموز اور معجزہ آسا سمجھے جاتے تھے۔ اب بالکل طبیعی و قدرتی نظر آتے ہیں +

سائنس کی اِن جدید معلومات کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض اشخاص نے اُن کے آگے سرِ تسلیم خم کر لیا۔ اور معجزات سے متعلق اعتقاد کو کُلّی طور پر ترک کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ **معجزے نہیں ہوتے** بلکہ اس سے بھی ایک قدم اور آگے بڑھ کر یقینی طور پر کہتے ہیں کہ **معجزے ہو ہی نہیں سکتے**۔ اُن کے خیال کے مطابق ہر کیفیت طبیعی ہے۔ اور قوانین طبیعی کی بناء پر تمام کیفیات کی تشریح کی جا سکتی ہے۔ اور کہ کوئی چیز فوق الفطرت نہیں ہے۔ لہٰذا غیر طبیعی عوامل پر اعتقاد رکھنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ سپینوزا (SPE NOZA) فیلسوف کا مقولہ ہے کہ معجزہ "محض ہماری جہالت و نادانی کا اظہار ہے" +

برعکس اِس کے ایسے بھی اشخاص ہیں جو سائنس کو ضدِ مذہب کہہ کر اس کی تمام کشفیات کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اور اپنے وہمی و خرافاتی معتقدات پر اصرار کر کے ہر قسم کے معجزہ کا یقین کرتے ہیں +

مندرجہ بالا ہر دو روشیں افراطی و غلط ہیں۔ معجزات ضرور وقوع میں آئے ہیں اور سائنس ہر ایک کی تشریح و توضیح طبیعی قوانین کی مدد سے نہیں کر سکتی۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ سائنس نے چند قوانین طبیعی دریافت کئے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے وہ بعض کیفیتہائے عجیب و غریب کی توضیح کر سکتی ہے۔

لیکن اِس کے ساتھ ہی جدید سائنس کو ایک رازِ بزرگ تر سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ آج سرآمد سائنس دان معترف ہیں کہ وہ ذرّہ (مادہ) یعنی اقوم کی ذات و طبیعت کی حقیقت کو معلوم کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اور کہ وہ ایسے عجائب کا مشاہدہ کرتے ہیں جو فہم بشری کی حدود سے بالاتر ہیں۔ جہانِ آفرینش یعنی عالم موجودات اس قدر وسیع و عجیب و غریب ہے کہ ممکن نہیں کہ چند قوانین سادہ کے وسیلہ سے اُس کی تعریف یا اُس کے عجائب کی تشریح کی جائے۔ طبیعت میں ہمیشہ ایک ایسا عنصر ہوتا ہے۔ جس کی تشریح نہیں کی جا سکتی۔ یا جو کہ انسانی عقل کی حدود سے خارج ہوتا ہے اور جو انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال کر معجزہ آمیز عنصر کا اعتقاد پیدا کرتا ہے۔ ہم محض یہ کہہ کر کہ وہ معجزہ ہو ہی نہیں سکتا۔ معجزات کی حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ معجزے ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں بھی +

پھر دوسری طرف سائنس کے انکشافات اور معلومات کو نظر انداز کر کے انہیں ضدِ مذہب کہنا بھی غلط ہے۔ حقیقت زندگی کے ہر مرحلہ میں صحیح و درست ہے اور مناسب ہے کہ ہم اُس کو قبول کریں اور اپنی آراء کو اُس کے مطابق بنائیں۔ خدا حقیقت ہے اور تمام حقیقت اُسی سے آتی ہے سائنس کی حقیقتوں کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو بند کر لینا محض لجاجت و ضد ہے اور اس کا نتیجہ اندھاپن اور خرافات ہوتا ہے +

معجزہ کیا ہے؟ وہ کیا بات ہے جو دُنیا میں کسی حادثہ کو پایۂ اعجاز بخشتی ہے؟ لازم ہے کہ اس سے پیشتر کہ ہم معجزہ کے معنی اور مذہب کے معنی میں اُس کی جگہ کو معلوم کریں ہم پہلے اِس سوال کو حل کر لیں +

معجزہ کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ لیکن ایک تعریف جو عموماً رائج

ہے وہ یہ ہے کہ معجزہ کی تشریح قوانین طبیعت کی خلاف ورزی یا طبیعت کے جاری و منتظم قوانین میں وقفہ اور خلل پڑجانا ہے یعنی کہ کوئی فوق الطبیعت عامل جو طبیعت سے زور آور تر ہوتا ہے۔ مداخلت کرتا اور قوانین الطبیعت کے خلاف عمل کرتا ہے یا جارحانہ طور پر اُن کی فاعلیت کو معلق و معدوم کر دیتا ہے جس کا نتیجہ معجزہ ہوتا ہے +

معجزہ کی یہ تعریف نہایت ترساک ہے۔ کیونکہ اُس کے سُنتے ہی مفکرین کے ذہن میں معجزہ سے متعلق ایک شدید مخالفت پیدا ہو جاتی ہے طبیعت کے تمام کام منظم و صحیح ہوتے ہیں۔ پس یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ خدا طبیعت کے اعمال و وظائف میں خلل انداز ہو کہ طبیعت کی قدرتی اور طبعی راہ میں مانع ہو یقیناً خدا قادرِ مطلق ہے لیکن یہ خیال کرنا کہ ایک طرف تو وہ نظم و نسق کو قائم کرتا اور دوسری طرف اُسی کے خلاف کام کرتا ہے۔ درست نہیں۔ اگر خدا کے اعمال ایسے ہی ہیں تو عالمِ موجودات میں اختلال واقع ہونا ناگزیر ہو جائیگا۔ اور کائنات درہم برہم ہو جائیگی۔ خدا نظام و ترتیب کا خدا ہے۔ اور فقط اسی اعتقاد کی بنا پر ہم یقین کرتے ہیں کہ طبیعت بھی منتظم طور پر کام کرتی ہے۔ اور اسی ایمان کے مطابق ہم اپنی آئندہ زندگی مرتب کر سکتے ہیں۔ اگر خدا متلون مزاج ہوتا اور اپنے اعمال میں بے انتظامی کو کام میں لاتا تو آئندہ زندگی کا نقشہ ناممکن اور محال ہو جاتا۔ کیونکہ اس طرح تو ہمیں کسی بات کا بھی یقین نہ ہوتا۔ اور ہم اپنے آپ کو کورانہ وار قضا و قدر کے سپرد کر دیتے اور اس قدرت سے مغلوب ہو جاتے۔ اگر ہم کو معجزات کی حقیقت پر اعتقاد قائم رکھنا ہے تو ضرور ہے کہ ہم کسی اور تفسیر و تعبیر کی جانب رجوع کریں۔ کیونکہ اُن کو یعنی معجزات کو قوانین طبیعت کی خلاف ورزی سے تعبیر کرنا تفسیر نہیں ہے +

معجزات کی ایک اور تفسیر بھی کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اُن کو طبیعت کے عالی تر قوانین سے منسوب کیا جاتا ہے جو انسان کے دائرۂ عقل سے خارج ہیں۔ قوانین طبیعت سے متعلق ہمارا علم ناقص ہے لیکن خدا عالمِ مطلق ہے اور سب باتوں سے آگاہ ہے۔ وہ اُن عالی تر قوانین سے بخوبی واقف ہے۔ جن کا ہنوز ہم کو علم نہیں اور اُن قوانین کے مطابق عمل کر کے وہ معجزات کر سکتا ہے۔ معجزہ ہماری نظر میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جو مخالفِ طبیعت ہو۔ کیونکہ ہم کو طبیعت کے کل قوانین کی خبر ہی نہیں۔ خدا کے نزدیک معجزہ فقط ایک امرِ طبیعی ہے۔ کیونکہ وہ تمام قوانینِ طبیعت کو جانتا اور اُن کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کر سکتا ہے پس اس صورت میں معجزہ ایسا فعل نہیں جو مخالفِ قوانینِ طبیعت ہو۔ بلکہ معجزہ وہ فعل ہے۔ جو اُن قوانینِ طبیعت کے مطابق کیا جاتا ہے۔ جن کا علم صرف خدا ہی کو ہے +

معجزہ کی اس تفسیر کو قبول کرنے سے ایک دقت تو ضرور رفع ہو جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ معجزات کو قوانینِ طبیعت کے تعلیق تصور کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ البتہ یہ تفسیر ہم کو اعجاز اور جو کچھ معجزہ سے متعلق ہمارا مفہوم ہے اُس پر فائق نہیں رکھتی۔ ہم معجزہ کی تعبیر یوں کرتے ہیں کہ وہ ایسا فعل یا واقعہ حادثہ ہے جو فوق الطبیعت عوامل کے ذریعہ سے وجود میں آتا ہے۔ اور اُس کو ایسا فعل تسلیم کرنا جو اُن قوانینِ طبیعت کی حدود کے اندر ہو جن سے ہم واقف و آگاہ ہیں یا نہیں معجزہ کی حقیقت سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ معجزہ کو ایک ایسا حادثہ ہونا چاہیئے جو قوانین سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ معجزہ ایک ایسا فعل ہے جو قوانینِ طبیعت کی حدود سے خارج اور اُن سے بالاتر ہے۔ یہ معجزات کے خواص میں سے ایک اہم اور اساسی خاصیت ہے۔

اور معجزات کی تفسیر اسی طرح کرنا چاہئے۔ ہم کو ہر اُس تفسیر و تعبیر کی جو معجزات کو خلافِ قوانینِ طبیعت کہتی ہے تردید کرنا چاہئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ماورائے طبیعت کے اُس عنصر کی محافظت کرنا چاہئے جو معجزات کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ہمارے واسطے لازمی ہے ✤

مشکل یہ ہے کہ ہم فوق الطبیعت امر کو خلافِ طبیعت امر تصور کرتے ہیں یہ درست اور صحیح نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی فعل فوق الطبیعت تو ہو لیکن مغائرِ طبیعت نہ ہو۔ میں ایک پتھر لے کر اُس کو ہوا میں پھینکتا ہوں تو اوپر جاتا ہے۔ زمین کی قوتِ جاذبہ تو موجود تھی لیکن پتھر کو اوپر پھینکنے میں میں اُس قوت کے خلاف کام نہیں کرتا۔ نہ ہی اُس میں کوئی خلل یا خرابی پیدا کرتا ہوں زمین کی کشش ثقل اُسی طرح برقرار ہے۔ صرف ایک نیا عنصر ہوا عامل درمیان میں آگیا یعنی میرا شخصی ارادہ جس نے پتھر کی طبیعی روش کو تبدیل کر ڈالا۔ میں راستہ پر چلا جاتا ہوں اور اپنے بچے کو پھسلتے اور گرتے دیکھتا ہوں۔ میں اپنا ہاتھ بڑھا کر اُسے پکڑ لیتا ہوں۔ اور اُسے اٹھا کھڑا کر لیتا ہوں۔ ایسا کرنے سے میں قوانینِ طبیعت کے خلاف کام نہیں کرتا۔ کیونکہ میں مثل ایک عامل شخص کے جو میکانیک (علمِ آلات) یعنی علمِ سکون و حرکت کے قوانین سے عالی تر ہے کام کرتا ہوں۔ درحقیقت ہماری تمام زندگی کی بناء اسی شخصی ارادہ کی قدرت پر قائم ہے۔ جو طبیعی واقعات کی گردش کو کسی تازہ خط کی جانب لے جاتا ہے ✤

اس مسئلہ کا کل انحصار طبیعت سے متعلق ہماری تعبیر پر ہے علمِ آفرینش کی تفسیر دو طرح پر ہو سکتی ہے۔ اوّل یہ کہ اُس کو بمنزلہ نظامِ مکانیکی سمجھ کر اُس کی تفسیر اسی طور پر کریں یعنی اُس کو ایک غیر شخصی مشین مطلق و ثابت سمجھیں۔ جو کہ غیر متغیر علمِ ضرورت کے تابع ہے۔ اور قوانین کے نام سے نامزد ہے۔ اور

ماضی۔ حال اور مستقبل کے تمام حادثات و واقعات کو معرضِ وجود میں لاتی ہے۔ اِس سلسلہ میں انسان یا خدا ہر دو کی آزادی کا کوئی امکان نہیں اور ہر ایک بات محض ضرورت سے معین یا مشخص ہوتی ہے ✤

لیکن بہمان آفرینش کا یہ مفہوم حقیقت کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ طبیعت یا نیچر میں ایسے لاتغیری ثابت قوانین موجود نہیں۔ سائنس کے مطابق قوانینِ طبیعت عالمِ آفرینش میں صرف نظم و نسق سے تعبیر کئے جاتے ہیں نہ کہ ضرورتِ مطلق سے۔ یا بہ الفاظِ دیگر یہ انسانی تجربات کی محض تعمیم ہیں جو طبیعت کی کُل اور تمام حقیقت کا اظہار نہیں کرتے۔ ہم سائنس کی اکتشافات کی تحسین و تعریف تو کرتے ہیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ انسان کا علم ناقص ہے ہمارے کان صرف اُسی آواز کو سنتے ہیں جو ارتعاش ہوا کے حدود میں امواجِ ہوا کے اثر سے سُنائی دیتی ہے۔ اور ہماری آنکھیں فقط ایک محدود درجۂ معین تک روشنی کو دیکھ سکتی ہیں۔ اور جو کچھ ان حدود سے باہر ہوتا ہے۔ نہ تو ہم اُسے سُن سکتے ہیں اور نہ دیکھ ہی سکتے ہیں۔ انسان نے دوربین اور خوردبین ایسے آلات ایجاد کئے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے ایک نئی فضا یا نئے مناظر اُن کے پیشِ نظر آگئے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ اختراعات کا علم ہنوز محدود ہے۔ جدید علمِ طبیعی یہ بتاتا ہے کہ کہ مادہ مرکب ہے آتوم سے اور آتوم مرکب ہے الکترون اور پروتون سے۔ لیکن ماہرانِ علمِ طبیعی ان اشیاء کے جوہر سے ناواقف ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ مادہ ہے کیا۔ قبل ازیں علمِ کیمیا کے ثابت اور غیر قابلِ تغیر عناصر کا ذکر ہوتا ہے۔ لیکن فی زمانہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ایک عنصر دوسری صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مثلاً ادانیم بدل کر سیسہ بن جاتا ہے۔ سترجیس جنیز

اس سے متعلق یُوں فرماتے ہیں۔ "جہانِ آفرینش کے حقائق فعلاً و کاملاً دسترسِ بشر سے بعید ہیں۔ بلکہ شاید تا ابد وہ فہمِ بشر کی حدُود سے خارج ہی رہیں گے۔ یہ عصرِ حاضر کے بزُرگ ترین سائنس دانوں میں سے ایک کا اعتراف ہے۔ جو کچھ کہ طبعیت میں موجُود ہے علمِ کیمیا اور علمِ حیات اُس کی توضیح نہیں کر سکتے۔ سائنس کوئی قطعی قواعد و قوانین وضع نہیں کر سکتی کہ جس کے مطابق تمام چیزیں ہمیشہ کے لئے معیّن و محدُود ہو سکیں۔ طبعیتِ بے جان کے نقطۂ نظر سے نباتات کی روئیدگی اور جان داروں کا حرکت کرنا معجزہ آسا اور عجیب و غریب ہے۔ اِسی طرح محض حیوانوں کے نقطۂ نگاہ سے انسان بھی معجزہ نما ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ زندگی کیا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ انسان کیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ سر آلیور لاج نے جو ایک مشہور ماہرِ علمِ طبیعی تھے۔ برمنگھم کے دارالعلوم یعنی یونیورسٹی میں علماء کی ایک کثیر جماعت کے رُوبرو تقریر کرتے ہُوئے اپنا ہاتھ بلند کر کے یہ کہا تھا۔ "صاحبان کوئی ایسا علم نہیں جو یہ واضح کر سکے کہ میں کیونکر اپنا ہاتھ ہلا سکتا ہُوں"۔ یہ ایک راز ہے۔ جس کی سائنس صرف تعریف کر سکتی ہے۔ توضیح نہیں کر سکتی۔

کائنات سے متعلق میکانیکی (آلاتی) تصوّر غلط ہے۔ اِس لئے کہ ہمارے شخصی تجربہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس کے مطابق تو انسان اپنے ارادہ اور مرضی پر اختیار نہیں رکھتا بلکہ غلام بن جاتا ہے۔ ہم شخصیت کے اہل ہیں اور اپنے آپ کو اپنے ارادہ میں آزاد سمجھتے اور اس کو اپنی بہترین میراث خیال کرتے ہیں۔ خواہ ہم زندگی کو قوانینِ طبعیت کے

مطلقاً مطیع سمجھیں یا خواہ فقط خُدا کے ارادہ کو اپنی تمام زندگی میں جاری و ساری سمجھیں۔ ایسا کہ اُس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں بات ایک ہی ہے۔ ایسا کرنے سے ہم ان ہر دو صورتوں میں انسان کو گویا کٹھ پُتلی یا لعبتِ اور انسانی زندگی کو بے معنی بنا دیتے ہیں۔ اور اس حالت میں بندروں اور انسانوں میں چنداں فرق نہیں رہتا۔ یقیناً انسانی زندگی کا یہ مفہوم بالکل غلط اور ہمارے تجربہ کے بالکل خلاف ہے۔ ہمارے ارادہ کی آزادی اور اخلاقی ذمہ داری کا احساس محض ظاہری نہیں۔ وہ ایک حقیقت ہے۔ جو ہماری بشری زندگی کی اساس و بُنیاد ہے۔ لہٰذا اِس بناء پر جہانِ آفرینش کو ایک ایسا نظام کہنا جو میکانیکی (آلاتی) قوانین کے ماتحت ہے صحیح نہیں ہے۔

عالمِ موجودات کو ایک نظامِ شمسی سمجھنا چاہیئے۔ انسان اجزائے طبعیت کا ایک جزو ہے۔ پس چاہیئے کہ انسان کی شخصی آزادی کے اعتبار سے طبعیت کی تفسیر کی جائے۔ انسان شخصی ارادہ کا مالک ہے اور اُسے یہ طاقت و قوّت حاصل ہے کہ حادثاتِ طبعیت کو نئے اور تازہ رُخ پر مائل کرے۔ ہم اپنی مقصد براری کے لئے طبعیت کے دستورالعمل میں مداخلت کر سکتے ہیں۔ یہ حقیقت خُدا کی نسبت بیشتر صحیح ہے۔ خُدا ایک ایسی ہستی ہے جو وارائے قوّت و ارادہ ہے۔ اور وہ طبعیت کے جریان کو اپنے مقاصد کے مطابق پھیر سکتا ہے۔ حتّٰی کہ حیوانوں کو بھی اپنے اعمال سے متعلق کسی قدر آزادی حاصل ہے۔ مادہ کے آتوم میں بھی ہم ایک نوع یا مقدار کی فعالیّت مبہم و نامعلوم کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس کائنات کوئی غیر شخصی نظام نہیں۔

طبعیت میں وجود ہائے اخلاق ہیں۔ جن کا سر آغاز انسان اور شخصیت سے شروع ہو کر مادہ تک پہنچتا ہے اور ان سب سے بالاتر خُدا ہے جو دارائے ارادہ و نیروی مطلق و فائق ہے۔ عالمِ موجودات نظامِ شخصی ہے اور انہی حقائق کی روشنی میں معجزات کو سمجھنا چاہئے۔

پس معجزات کو قوانینِ طبعیّت کے نقطۂ نگاہ سے دیکھنا اور قوانین طبعیت کو عالمِ موجودات میں ہر چیز کا مبداء اور سر آغاز تصور کرنا اور بعد ازاں ارادہ کے لئے مقام یا محل تلاش کرنا غلط ہے شخصیت طبعیت سے عالی تر ہے۔ معجزہ اخلاقی مقصد کو انجام دینے کے لئے الٰہی فعل ہے معجزہ اس حقیقت کا عملی اظہار ہے کہ خُدا دمِ مُصیبت ہماری کمک اور فریاد رسی کرتا ہے۔ معجزات کا راستہ سائنس سے جُداگانہ ہے۔ کیونکہ وہ اقلیم رُوح سے متعلق ہیں۔ معجزہ موضوع مذہبی ہے۔ اور اُن اشخاص کے لئے ہے جو وارائے فکر مذہبی ہیں۔ خُدائے زندہ و برحق سب چیزوں سے بالاتر اور سب سے اوّل ہے نہ قوانینِ طبعیت۔ لہٰذا معجزات کی تفسیر و تعبیر بھی اسی نقطۂ نظر سے کرنا چاہیئے۔ معجزہ زندہ اور پُر محبت خُدا کا اختیاری وارادی فعل ہے جو کسی مشخص صورتِ حال کے پیش نظر سرزد ہو۔

دُنیا کے تمام مذاہب نے معجزات پر بہت زور دیا ہے۔ اُن کا دعوےٰ ہے کہ اُن کے بانی پیغمبر اور رسُول معجزات کرتے رہے ہیں اور اسی کو وہ اپنے ہادیان کی الٰہی رسالت کے ثبوت و نشان میں پیش کرتے ہیں۔ وہ اُن کے ہاتھوں معرضِ عمل میں آئے ہُوئے معجزات کو بمنزلۂ اسناد سمجھتے ہیں جو خُدا اپنے حواریوں یا مُرسلین کو اپنے مکاشفات کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے عطا فرماتا ہے۔ پس اس زاویۂ نظر کے مطابق تو کسی

مذہب کی صداقت کی دلیل قاطع و برہان ساطع معجزات ہی ہُوئے۔ لیکن یہ قضیہ غیر مستحکم ہے متعدد پیغمبران نے کارہائے معجز آسا کئے۔ لیکن یہ اُن کے مکاشفات کی صداقت کے اثبات کی کافی دلیل نہیں ہو سکتے کیونکہ زیادہ سے زیادہ معجزات غیر معمولی یا فوق العادت عقل و قدرت کے مظہر ہی ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ لازم نہیں کہ وہ الٰہی مکاشفہ کا بھی اظہار ہوں ممکن ہے کہ کوئی شخص معجزانہ فعل کر دکھائے۔ لیکن وہ اُس کے اقوال کی صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں بہت سے عجیب و غریب واقعات و کیفیات مرورِ زمانہ کے ساتھ معمولی نظر آنے لگتے ہیں۔ پچاس سال ہوئے ریڈیو ضرور ایک غیر معمولی اور عجوبہ چیز معلوم ہُوا ہوگا لیکن آج کل وہ بالکل ایک معمولی سی چیز ہے۔ ممکن ہے کہ آگے چل کر حضرتِ انسان اور بھی عجیب تر آلات بنائے جو عوام الناس کے لئے موجبِ استعجاب و حیرت ہوں۔ اور وہ اُن کو دیکھ کر نعرہ ہائے تحسین و آفرین بلند کریں لیکن اس سے کسی الٰہی فعل کا اثبات نہیں ہوتا۔

پس مذہب کے لئے معجزات کیا اہمیت رکھتے ہیں؟ مذہب خُدا کا مکاشفہ ہے اور اگر معجزہ خُدا کو ظاہر کرتا ہے تو وہ مذہب کے لئے وقعت رکھتا ہے۔ لازم ہے کہ معجز آسا واقعہ بذاتہٖ رُوحانی خاصیت رکھے اور خُدا کے ارادہ و مقصد کا اظہار کرے۔ ورنہ محض ایک عجیب و حیرت افزا واقعہ ہونے کی وجہ سے وہ مذہب کے لئے کوئی فائدہ مند چیز نہیں معجزہ کو بذاتِ خود الٰہی مکاشفہ ہونا چاہیئے۔ اور اُس کے ذریعہ سے بشر کو خُدا کی ہستی کا احساس اور اُس کے ارادہ کو سمجھنا اور جاننا چاہیئے۔ معجزہ ایسا واقعہ ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے خُدا انسان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور تاوقتیکہ

کسی واقعہ یا حادثہ میں یہ خاصیت نہ ہوگی۔ وہ مذہبی اعتبار سے معجزہ نہیں ہوسکتا۔ معجزہ کو الٰہی مکاشفہ کا ظاہری ثبوت سمجھنا غلط ہے۔ معجزہ کو ایسا فعل ہونا چاہیئے۔ جو خدا کے ارادہ و مقصد کا انکشاف کرے۔ معجزہ کو بذات خود الٰہی مکاشفہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ اس کے وسیلہ سے انسان کو خدا کی حضوری کا احساس ہو سکے۔ اُس کے ارادہ کو معلوم کر سکے اور آخرکار اُس پر ایمان لاکر اُس کا فرمانبردار بندہ بن سکے +

معجزہ حیرت افزا اور عجیب و غریب واقعہ ہوتا ہے۔ لیکن ہر ایسا واقعہ معجزہ نہیں ہوتا۔ کوئی خرقِ عادت واقعہ اُسی وقت معجزہ کہلانے کا حقدار ہوتا ہے۔ جبکہ وہ ہماری رُوح کو منوّر کرتا۔ ہمارے گُناہ کو ہم پر ظاہر کرتا اور ہم کو توبہ کرنے پر مائل کرتا ہے۔ ہاں جب وہ ہماری خامیاں ہم کو بتاتا ہے اور ہماری ضرورت و نیازی کا اظہار کرتا۔ اور ہم کو خدا کے حضور سربسجود ہونے پر راغب کرتا اور ہم کو الٰہی فضل عطا کرتا ہے۔ تب وہ معجزہ کہلایا جا سکتا ہے۔ معجزہ انسان پر خدا کی رحمت و شفقت کو ظاہر کرتا اور اُس کو خدا کی محبت کا یقین دلاتا ہے۔ مذہب کی رُو سے پس یہی معجزہ ہے۔ معجزہ کو کسی پیغمبر کے پیغام کا ظاہری ثبوت سمجھنا اُس کو محض ایک مکانیکی آلاتی فعل بنانا ہے۔ معجزہ رُوحانی مقصد کے لئے فعلِ الٰہی ہے جس میں رُوحانی خاصیت کا ہونا لازمی ضرور ہے +

خُداوندِ مسیح اور معجزات

آیئے اب ہم اس نقطۂ نگاہ سے حضورِ مسیح کے معجزات پر غور کریں۔ آپ اپنے معجزات کے لئے مشہور ہیں۔ پس مذہب میں معجزات کے صحیح معانی

کے سمجھنے کے لئے حضور کے معجزات اور اُن کے مقاصد کا مطالعہ کرنا مفید ہوگا۔ حضور معجزات کے معتقد تھے اور معجزے کرتے تھے۔ آپ کے سوا اور کوئی نہیں کہ جس نے ایسے عجیب و غریب معجزے کئے ہوں۔ آپ نے اندھوں کو آنکھیں دیں۔ لنگڑوں کو چلنے کی طاقت عطا فرمائی۔ کوڑھیوں کو پاک صاف کیا اور مفلوجوں کو شفا بخشی۔ حتّٰی کہ آپ نے مُردوں کو بھی زندہ کیا۔ عوام آپ کے معجزوں کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے اور کثیر تعداد میں آپ کے پیرو ہو گئے۔ اناجیل کے معمولی مطالعہ سے یہ سب کچھ خوب واضح ہو جاتا ہے۔ آپ معجزات کے معانی کی نسبت عجیب خیال رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی شخصیت کے ثابت کرنے کے لئے کبھی معجزے نہیں دکھائے +

حضور کے زمانہ میں لوگ معجزات کو صحت (صداقت) نبوت کی دلیل قرار دیتے تھے۔ حضرت موسیٰ نے معجزے دکھائے تھے۔ حضرت ایلیاہ نے بھی معجزے دکھلائے۔ لہٰذا حضور مسیح سے بھی معجزات کی توقع کی جاتی تھی۔ تاکہ وہ اپنے الٰہی پیغام اور اپنی رسالت کی صداقت کو ثابت کر سکیں۔ پس لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ کوئی معجزہ دکھلائیں۔ تاکہ وہ آپ پر ایمان لے آئیں۔ لیکن حضور نے اُن کی درخواست کو ہرگز قبول نہ کیا۔ بلکہ اس کے برعکس اُنہیں یہ کہہ کر جھڑکا۔ "ایک بُری اور زنا کار پُشت نشان طلب کرتی ہے"۔ اناجیل میں مرقوم ہے کہ جب ایک فریسی نے آپ کے پاس آکر سوال کیا اور آسمان سے نشان طلب کیا۔ تو حضور نے ایک آہِ سرد بھری۔ آپ کی رُوح نہایت غمزدہ ہوئی اور آپ نے فرمایا۔ "یہ نسل کیوں ایک نشان چاہتی ہے۔ اُن کو کوئی نشان نہ دیا جائیگا"۔ یہ کہہ کر آپ وہاں سے چل دیئے۔ جب آپ ہیرودیس کی جو گلیل کا حاکم تھا عدالت

میں (بغرض جواب دہی) پیش کئے گئے تو ہیرودیس بہت خوش ہُوا۔ کیونکہ اُس نے حضُور مسیح کے بارے میں بہت کچھ سُن رکھا تھا اور حضُور کا کوئی معجزہ دیکھنے کا نہایت مشتاق تھا۔ لیکن لکھا ہے کہ حضُور نے اُسے کچھ جواب نہ دیا۔

لوقا ۲۳: ۸۔ اِس اعتبار سے خُداوند مسیح جملہ پیغمبران کے درمیان بے نظیر اور اپنے معاصرین سے بدرجہا بلند تر ہیں عصرِ حاضر میں بھی جبکہ دُنیا سائنس کی روشنی سے بدرجہ کمال روشن ہو چکی ہے بعض اشخاص کو مخفی اور پُراسرار اُمور سے طفلانہ رغبت ہے۔ وہ ایسی ظاہری اور حیرت انگیز چیزوں کے دیکھنے کے آرزُومند ہیں۔ جو اپنی غیر معمولی اور فوق العادت کے باعث اُن کو اپنی جانب کھینچ لیں۔ اگر خُداوند مسیح کی محض اتنی ہی خواہش ہوتی کہ بنی آدم کو ورطۂ حیرت میں ڈال کر اپنے گرد بیرونی لوگوں کا ایک انبوہِ کثیر جمع کر لیں تو یہ کام آپ کے لئے کچھ بھی مشکل نہ تھا۔ لیکن آپ کا مقصد اس سے کہیں بلند تر تھا۔ آپ کا مقصد رُوحانی تھا۔ شُہرتِ عام آپ کے منظورِ خاطر نہ تھی۔ آپ کا مقصُود یہ تھا۔ کہ آپ لوگوں کی رُوحوں کو تبدیل کر دیں۔ لہٰذا آپ نے لوگوں کو اپنے گُناہوں سے توبہ کرنے کی تعلیم دی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اپنی پرانی راہوں سے پھر کر خُدا کی طرف متوجہ ہوں۔ اور اُس پر نظر کریں خود غرضی اور خود پرستی سے کنارہ کر کے مُحبت کے ساتھ ایک دُوسرے کے ہمراہ زندگی بسر کریں۔ چُونکہ ظاہری حیرت انگیز کاموں کے ذریعہ سے یہ ممکن نہیں تھا۔ لہٰذا آپ نے محض لوگوں کے شوق کو پُورا کرنے کی خاطر معجزہ دکھلانے سے انکار کیا۔

خُداوند مسیح کی خدمت عامہ کے آغاز میں اُس کی معجزہ دکھلانے کے سوال پر آزمائش ہُوئی۔ چالیس دن کے فاقہ کے بعد آپ کو

بھُوک لگی۔ شیطان نے آکر آپ سے کہا۔ "اِس پتھر سے کہہ کہ روٹی بن جائے"۔ یعنی معجزہ دکھا۔ آپ نے فرمایا۔ "انسان صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہیگا"۔ پھر شیطان نے آپ کو دوبارہ آزمایا اور معجزہ دکھانے کو کہا۔ شیطان نے آپ کو ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے کہا۔ "تُو اپنے تئیں یہاں سے نیچے گرا دے۔ کیونکہ لکھا ہے۔ کہ وہ تیری بابت اپنے فرشتوں کو حُکم دیگا۔ کہ تیری حفاظت کریں اور یہ بھی کہ تجھے ہاتھوں پر اُٹھا لینگے تا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے"۔ حضُور نے جواب میں فرمایا۔ "تُو خُداوند اپنے خُدا کی آزمائش نہ کر"۔ اور اس طرح آپ لوگوں کو معجزہ کے ذریعہ سے اپنی جانب کھینچنے کی آزمائش پر غالب آئے۔ پھر تیسری اور آخری مرتبہ شیطان آپ کو ایک اُونچے پہاڑ پر لے گیا۔ اور دُنیا کی سب سلطنتیں آپ کو دکھائیں اور کہا "اگر تُو میرے آگے سجدہ کرے یہ سب کچھ تیرا ہوگا"۔ لیکن خُداوند مسیح نے یہ کہہ کر شیطان کو جھڑکا۔ "تو خُداوند اپنے خُدا کو سجدہ کر اور صرف اُسی کی عبادت کر"۔ غرضیکہ حضُور مسیح نے اپنی خدمت کے شروع ہی میں اپنے اغراض کی تکمیل یا لوگوں کے رُوبرُو اپنے اختیار و قُدرت کے مظاہرہ کے لئے معجزات کو بطور وسیلہ استعمال کرنے سے قطعاً انکار کیا۔ آپ کا مقصد رُوحانی تھا۔ اور آپ اُس کو صرف رُوحانی وسائل ہی سے پُورا کر سکتے تھے معجزات لوگوں کو حیرت و استعجاب میں تو ضرور ڈال دیتے ہیں لیکن وہ اُن کے نفس اور اخلاق پر مطلقاً اثر انداز نہیں ہوتے۔ تزکیۂ قلوب فقط شخصی رفاقت۔ مُحبت اور ایثار ہی سے ممکن ہو سکتے ہیں اور آپ نے یہی طریقہ اختیار کیا۔

باوجُود اس کے حضُور مسیح نے معجزات دکھلائے لیکن آپ کے معجزے مُحبت و رحم کے فعل تھے۔ آپ نے راہ چلتے نابینا اشخاص کو روتے چلاتے

سُنا اور اُن پر ترس کھا کر اُن کو بینائی عطا فرمائی۔ ایک مفلوج کو دیکھا کہ سالہا سال سے بستر پر پڑا ہے۔ آپ نے اُس سے کلام کیا اور اُسے شفا بخشی۔ ایک مرتبہ آپ نے لوگوں کو ایک بیوہ کے اکلوتے بیٹے کا جنازہ لے جاتے دیکھا۔ آپ نے اُس کو زندہ کیا۔ آپ کے ان معجزات کا سبب فقط یہ تھا کہ بیماروں بے نواؤں اور بیکسوں کو دیکھ کر آپ کے رحم و محبت کے جذبات برانگیختہ ہو جاتے تھے۔ لہٰذا آپ کے معجزات محتاجوں اور مفلسوں کے لئے آپ کی محبت کا اظہار تھے۔ آپ نے شہرتِ عام کے حصول کے لئے کبھی معجزات نہیں دکھائے۔ بلکہ آپ نے کئی مرتبہ پوشیدہ طور پر متعدد اشخاص کو شفا بخشی اور اُن کو حکم دیا کہ وہ اس کا چرچا نہ کریں۔ بلکہ اپنے گھر جا کر خُدا کی حمد و ستائش کریں۔ اور اُس کی رحمت اور شفقت کے لئے اُس کا شکریہ ادا کریں۔

حضُور مسیح کے معجزات کا ایک اور سبب بھی تھا اور وہ یہ کہ خُدا کے مقصد و ارادہ کو بنی نوع انسان پر ظاہر کرے۔ مثلاً سبت کے دن جو یہودیوں کا پاک دن تھا۔ آپ نے عبادت خانہ میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ سُوکھ کر کام کاج سے رہ گیا تھا۔ یہودیوں نے آپ پر نگاہ کی اور منتظر تھے کہ دیکھیں آیا آپ اُس شخص کو شفا بخش کر سبت کی بے حُرمتی کرتے ہیں یا نہیں۔ حضُور نے اُن کے خیالات کو معلوم کر کے اُن سے کہا "کیا سبت کے دن نیکی کرنا روا ہے یا بدی کرنا؟ جان کو بچانا یا قتل کرنا؟" اور غُصّہ بھری نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھ کر اُس شخص سے کہا "اپنا ہاتھ بڑھا" اور اُسے شفا بخشی۔ اِس مُعجزہ کے ذریعہ سے حضُور کو یہ تعلیم دینا مطلوب تھا کہ خُدا کا ازلی ارادہ دُوسروں کے ساتھ بھلائی کرنا ہے۔ نہ لکیر کا فقیر ہو کر شریعت کی عبادت کی لفظی پابندی کرنا۔ آپ بنی آدم کو محبت اور خدمت کی زندگی میں شریعت کی لفظی پابندی اور

غُلامی سے رہا کرنا چاہتے تھے۔ (مرقس ۳: ۱-۵)

ایک مرتبہ آپ کسی مکان میں تھے اور چار آدمی ایک مفلوج کو آپ کے پاس لائے۔ گھر کے اندر بھیڑ جمع تھی۔ سو وہ مریض کو مکان کی چھت پر لے گئے۔ وہاں سے اُنہوں نے چھت پھاڑ کر اُس کی چارپائی کو نیچے لٹکا دیا۔ حضُور نے شفا بخشنے سے پیشتر مفلوج سے کہا "بیٹا تیرے گُناہ مُعاف ہُوئے"۔ یہودی اس کلام کو سُن کر بُڑبڑانے لگے۔ اس پر آپ نے فرمایا "کیا کہنا آسان ہے۔ بیمار کو یہ کہنا کہ تیرے گُناہ مُعاف ہُوئے، یا یہ کہ اپنی چارپائی اُٹھا اور چلا جا"؟ بعد ازاں آپ نے بیمار کو اچھا کر دیا۔ اِس معجزہ کے ذریعہ سے آپ نے یہ دکھایا کہ لوگوں کو جسمانی صحت سے پیشتر رُوحانی صحت کی ضرورت ہے۔ ایک مرتبہ آپ کو ایک ویران جگہ میں عوام کی بھیڑ ملی جو آپ کے پیچھے پیچھے آئی تھی۔ ترس آیا اور آپ نے اُن کو کھانا کھلایا لیکن آپ نے اُن سے کہہ دیا کہ اُنہیں رُوحانی روٹی کی تلاش کرنا چاہیئے۔ جس کی اُن کی رُوحوں کو بیشتر ضرورت ہے۔ پھر ایک دفعہ آپ نے ایک اندھے کو بینائی عطا فرما کر لوگوں کو رُوحانی اندھے پن کی بابت بتایا جو اُنہیں حقیقت پر نظر ڈالنے اور رُوحانی نُور کو حاصل کرنے سے روکتا ہے۔ آپ نے مُردوں کو زندہ کر کے رُوحانی زندگی کا جو غیر فانی ہے ذکر کیا۔

اِس سے واضح ہو گیا۔ کہ آپ کے معجزات آپ کے الٰہی مکاشفہ کے ظاہری ثبُوت کی غرض سے نہ تھے۔ بلکہ وہ محض اس لئے کئے گئے کہ آپ بنی نوع انسان پر خُدا کے ارادہ۔ رحم اور محبت کو آشکارا کریں۔ معجزات بذاتِ خود الٰہی مکاشفہ تھے۔ کیونکہ وہ بشر پر خُدا کا اظہار کرتے تھے بلکہ ہب

میں معجزات کے یہی صحیح اور حقیقی معانی ہیں۔ معجزات کو مکاشفہ کے اثبات اور لوگوں کو اُس کا قائل کرنے کے لئے کام میں لانا ایک مکانیکی (آلاتی) فعل ہے۔ یعنی اُس میں تصنع کا عنصر پیدا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اُس سے کوئی دائمی فائدہ نہیں ہوتا۔ البتہ یہ انسان کو خوش اعتقاد تو ضرور بنا دیتا ہے۔ لیکن خُدا پر حقیقی ایمان لانے کی منزل تک اُس کی رسائی نہیں کر سکتا۔ خُدا پر ہمارے ایمان کو خُدا اور اس کے ارادہ پر مبنی ہونا لازمی ہے۔ نہ کہ معجزات پر۔ حضُور مسیح کے نزدیک ایسے ایمان کی جو نشانات اور عجائب کی بناء پر قائم ہو چنداں قدر و منزلت نہ تھی۔ ایک مرتبہ ایک یہُودی رئیس بوقتِ شب آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں جانتا ہُوں کہ تُو ایسا معلم ہے جو آسمان سے نازل ہُوا ہے۔ کیونکہ تیری مانند اور کوئی ایسے عجیب غریب معجزے نہیں دکھا سکتا۔ خُداوند مسیح نے قطع کلام کر کے فرمایا۔ کہ اُسے رُوح سے از سرِ نو پیدا ہونے کی ضرورت ہے۔ یعنی رُوحانی معجزہ کی جس کے ذریعہ سے اُس کا دل تبدیل ہو جائے۔ یہی آپ کا مقصُودِ اولے تھا اور اسی کی آپ نے تلقین کی۔ تاکہ لوگ بھی اسی کی قدر و وقعت کریں۔ اور اس کی اہمیت کو سمجھیں +

علاوہ ازیں خُداوند مسیح کے معجزات خُدا پر ایمان کے مرہونِ منت تھے۔ حضُور خُدا کی قُدرت اور محبت کے معتقد تھے۔ خُدا انسان سے محبت رکھتا ہے۔ وہ قادرِ مُطلق ہے اور اپنے بندوں کی ضروریات کو رفع کرنے اور اُن کی امداد کرنے کے لئے اپنی قُدرت کو استعمال کرتا ہے۔ اگر فقط بنی آدم اُس پر ایمان لے آئیں تو وہ اُن کے لئے سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔ حضُور مسیح نے حتے الوسع کوشش کی کہ خُدا کے بندے خُدا پر اسی قسم کا ایمان رکھیں۔

ہر ایک بیمار کو جو شفا حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اُسے خُدا کی قُدرت اور رحمت پر ایمان رکھنے کی تلقین کی۔ آپ متواتر اس قسم کے سوالات پُوچھتے رہتے تھے کہ "کیا تُو ایمان رکھتا ہے؟" "کیا تُو یقین کرتا ہے؟" تاکہ ان سوالوں کے ذریعہ سے وہ اُن کے ایمان بخُدا کو مُترشح دیں اور اُسے مستحکم بنائیں +

آپ نے معجزات دکھاتے وقت سحر و جادُوگری کی رسُوم ادا نہیں کیں نہ ہی آپ نے جنتر منتر سے کبھی کام لیا۔ آپ نے بدرُوحوں یعنی شیاطین کو خُدا کی اُنگلی کے اشارہ سے باہر نکالا۔ لیکن اس فعل میں بیمار کے ایمان کی بھی ضرورت تھی۔ آپ نے فرمایا "خوف نہ کر فقط ایمان لا" +

معجزات پر اعتقاد رکھنا خُدا پر اعتقاد رکھنے پر منحصر ہے۔ ہمارے اعتقاد کا قائم رہنا یا معدُوم ہو جانا اسی اعتقاد بخُدا پر موقوف ہے۔ اگر ہم خُدا کی ہستی کا یقین کریں اور یہ بھی تسلیم کریں کہ وہ رحیم اور نیک ہے۔ نبی نوع انسان سے محبت رکھتا ہے اور بوقتِ ضرورت و مُصیبت اُن کی مدد و حمایت کرتا ہے۔ تو ہم معجزات کا بھی یقین کرتے ہیں +

اس کے علاوہ اس کے باعث ہم معجزات پر اعتقادِ موہوم رکھنے سے بھی محفوظ رہتے ہیں حقیقی معجزہ دُعا کا جواب ہے۔ دُعا کرتے وقت ہم اپنے آپ کو پُورے طور پر خُدا کے سپُرد کر دیتے ہیں۔ ہم محتاج ہوتے ہیں۔ اور خُدا کی شخصی امداد کی التجا کرتے ہیں۔ ہم خُدا پر ایمان رکھتے ہُوئے کہ جو کچھ واقعی ہم کو ضرور ہے۔ وہی خُدا ہم کو عنایت فرمائیگا۔ اپنی درخواست اُس کے حضُور پیش کرتے ہیں۔ خُدا خالق ہے اور ضرورت کے وقت ہم اُس کی صفتِ خلاقیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ بعض اوقات خُدا طبیعت کے معمولی

واقعات کو اِس طور پر از سرِ نو ترتیب دیتا اور چلاتا ہے کہ جس کے وسیلہ سے اُسے کوئی خاص مقصد کو انجام تک پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ باہر والوں کو یہ خُدا کا کوئی خاص فعل نظر نہیں آتا۔ لیکن دُعاگو انسان کے لئے یہی اُس کی دُعا کا جواب یعنی معجزہ ہوتا ہے۔ دُعا کی کوئی حد و حصر نہیں۔ کیونکہ خُدا کی خلاقیت کے فعل کی بھی کوئی حد و حصر نہیں۔ خُدا نیک ہے۔ اور بھلا۔ حد محبت کرنے والا ہے۔ اور ہم تادمِ حیات اُس کی ثنا و حمد کر سکتے اور اُس کی مہربانی و مُحبّت کے نغمے الاپ سکتے ہیں ٭

اعلیٰ ترین مُعجزہ خُدا کی وہ مُحبّت ہے جو وہ ہم سے رکھتا ہے ٭

پاکستان پرنٹنگ ورکس، لاہور میں باہتمام پادری آرگڈن صاحب سیکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور چھپ کر شائع ہوئی۔